ارے!



نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحیم

طنز و مزاح پر مبنی پانچویں برقی کتاب

ارے!

نوید ظفر کیانی

www.naveedzafarkiani.wordpress.com
www.facebook.com/nzkiani

سابقہ ماہنامہ

چاند، لاہور

کے مدیر

خالد بن حامد

کے نام

جن کی

حوصلہ افزائیاں

مجھے مسلسل

لکھتے رہنے

کی ترغیب

دیتی رہیں۔

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	ارے!
شاعر	نوید ظفرؔ کیانی۔
وضاحت	یہ نوید ظفرؔ کیانی کے طنز و مزاح پر مبنی کلام کا پانچواں مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اِس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ اِس کے لئے شاعر کی پیشگی اجازت ازحد ضروری ہے۔
صفحات	۱۵۶
سالِ اشاعت	۲۰۱۵ء
سنِ اضافہ	۲۰۱۵ء
پبلشر	مکتبہ ارمغانِ ابتسام۔ پاکستان
بلاگ	naveedzafarkiani.wordpress.com
فیس بک	www.facebook.com/nzkiani
برقی ڈاک کا پتہ	nzkiani@gmail.com

ترتیب

ترے کوچے کی جانب تو بڑے مانوں سے چلتے ہیں
مگر پھر واپسی پر کیوں سدا تھانوں سے چلتے ہیں

پکوڑوں کی دکاں کھولو، اگر کچھ فائدہ چاہو!
محبت کے تو کاروبار نقصانوں سے چلتے ہیں

یہ دِل کا راستہ تو پیٹ سے ہو کر گزرتا ہے
بہت سے ازدواجی رشتے پکوانوں سے چلتے ہیں

جو یونیورسٹیوں میں کاٹ لیں کچھ زندگی کے دِن
بڑی ہی مشکلوں سے اِن پرستانوں سے چلتے ہیں

اڑنگی بازیوں میں ہی سیاست کی نمو ٹھہری
کہ اب جمہوریت کے کام بحرانوں سے چلتے ہیں

بہت آسان ہے ڈاکہ زنی قومی خزانے پر
ہمارے ہاں تو یہ چکر نگہبانوں سے چلتے ہیں

صحافت ہو سیاست ہو یا سسروں سے تعلق ہو
ہمیشہ یہ مشاغل دھمکیوں، طعنوں سے چلتے ہیں

حکومت ڈالتی تو ہے فیولِ سیلری لیکن
یہ بابو ایسے انجن ہیں جو نذرانوں سے چلتے ہیں

بہت سوں کو نہیں درکار آب و دانہ جیون میں
سدا نسوار سے سگریٹ سے یا پانوں سے چلتے ہیں

کچہری میں وہ جائے جس کو شامت نے بلایا ہو
جو دیوانی مقدمے ہیں وہ دیوانوں سے چلتے ہیں

بتوں نے تو ہمیں ٹھینگوں پہ رکھا ہے، اُنھیں صاحب
خدا کے پھر سے ہو جاتے ہیں، بتخانوں سے چلتے ہیں

وہ رُک جائیں تو پھر اُن کو اُٹھانے کو کرین آئے
وہ چلتے ہیں تو پھر کتنے ہی عنوانوں سے چلتے ہیں

ظفرؔ ہم جب سے آئے ہیں سخن سازی کے بزنس میں
شکر نجی کے کھاتے بھی نمکدانوں سے چلتے ہیں

جو پالتے ہیں عشق کا ٹنٹا حیات میں
کمزور ہوں گے خاصے ''خواتینیات'' میں

آ جائے گی دلہن بھی کسی اور ''ٹرن'' پر
دولہا جہیز لے کے چلا ہے برات میں

دو دو بسیں بدل کر تری محفل میں آئے ہیں
اب اِک نظر تو بخش دو ہم کو ذکواۃ میں

ہوتے نہیں ہیں مفت میں فائل پہ دستخط
کچھ تو نفی کا رنگ بھی ہو گا ثبات میں

کچھ لیڈروں کے باب میں ہم کو یقین ہے
یہ معززین قوم قصائی ہیں ذات میں

اب اُس کی باری ہے کہ وہ مجھ پر ہنسا کرے
کہتا تھا زن مرید جسے بات بات میں

آندھی کے گھر میں ڈاکہ پڑا ہے گزشتہ شب
ہم مشتِ خاک پکڑے نہ جائیں شبہات میں

جس ہاتھ میں کھنکتے ہیں سونے کے کنگنے
اے کاش کہ وہ ہاتھ بھی آ جائے ہات میں

تیرے مرے حقائق کی تصویر ہیں ظفرؔ
جتنے بھی کارٹون ہیں ظفرانیات میں



جڑواں شہر

راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

جڑواں شہر ہیں دونوں لیکن لگتے ہیں سوتیلے
ایک کے لیکھوں میں ہیں گویا دنیا بھر کے میلے
اور دوجے کی قسمت میں لکھا ہے ہر ہر قہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

اُس کے کھاتے میں رہتے ہیں سارے دیس کے فنڈ
لیکن اِس کی قسمت میں ہے اک مدت سے ٹھنڈ
ایک کو ٹھینگا اور دوجے کا دامن بھروں بھر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ایک کے باسی نوکر شاہی پولیٹیشن افسر
دوجے شہر کے رہنے والے کامے اور پھٹیچر
اُس پر ہن برسے اور اِس پر چیرِ فلک بے مہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ایک کی سڑکیں کھلی کشادہ لگتی ہیں ڈیسینٹ
دوجے کی ہیں کھچم کھچا، ہر دم ایکسیڈینٹ
ایک سکوں کی بستی دوجا شورش والا دہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ایک کے بازاروں میں ہر حرفت کی شے مل جائے
اور دوجے کا رہنے والا ہاتھ ملے، پچھتائے
میں تریاق کو نکلا تھا کیوں لے کر آیا زہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ایک طرف ہیں طرح طرح کے پھولوں والے پارک
اور اک جانب کا سبزہ ہے دھول دھوئیں سے ڈارک
فرق نظر آ جائے گا تجھ کو، دو اِک روز ٹھہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ساون میں اوقات کا پردہ اور بھی ہٹتا جائے
وہ تو بارش کے پانی سے اور نکھرتا جائے
اور اِس کو اک گندہ نالا کردے لہروں لہر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر

ایک میں میں ہوں اور میرے اجداد کی یادیں ہیں
دوجے میں ہیں باس مرے اور اُس کی اولادیں ہیں
دو دنیائیں ہیں دونوں کا اپنا اپنا سحر
راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں جڑواں شہر



اصل بات

کہا یار نے کچھ مجھے بھی بتا
کہ پیشنٹ سے کیوں پوچھتے ہو بھلا
بطورِ غذا اُس نے کھایا ہے کیا
مرض جاننے میں مدد ملتی ہے؟

کہا ڈاکٹر نے غلط فہمی ہے
حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے ہمیں
مدد ملتی ہے فیس طے کرنے میں!

جس کو خوش آتی ہے ڈنڈے کی زباں
ہے روا ایسے کو تیسے کی زباں

حسن کہتا ہے کہ بس ہوں میں ہی میں
کس نے سکھلا دی یہ بکرے کی زباں

دیکھ کر تہذیب کے ماتھے کے بل
اب تو ہکلاتی ہے سچے کی زباں

بات ڈنڈا ڈولیوں پر آئے گی
جب گروی سمجھے گی منڈے کی زباں

ہو گیا اخلاص کا جادو ''ترنخ''
بس کھنکتی ہے تو چمچے کی زباں

آپ کے گانوں سے کیا محظوظ ہوں
ہم کو کب آتی ہے کھوتے کی زباں

قابلیت کا نشاں کیوں بن گئی
یہ جو انگریزی ہے لنڈے کی زباں

بات جب ملکی سیاست پر چلے
صورتِ ''پھرکی'' ہے گونگے کی زباں

یونہی سچ بکتا رہا تو ایک دن
ہر کوئی پکڑے گا ''ظفرے'' کی زباں



(استاد ابراہیم ذوقؔ سے معذرت کے ساتھ)

جوتا میرا مسجد میں بدل جائے تو اچھا
ختم ہے کسی طور نکل جائے تو اچھا

بیگم تو اسے اور بھی بیمار کرے گا
لینے کو خبر اُس کی "کنول" جائے تو اچھا

مارے نہ غریبوں کو بجٹ بن کے ہلاکو
اژدر ہی کوئی آ کے نگل جائے تو اچھا

افسر کو دیانت نہیں زیبا سرِ دفتر
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

وہ میری کلرکی سے ہے خاصی متنفر
جادو ہی کوئی یار پہ چل جائے تو اچھا

جانا ہے اُسے راہ پہ لانے کو تو جاناں!
لے کر وہاں اک پٹی میں پھل جائے تو اچھا

داماد کو بھاتی نہیں پندار کی شرطیں
سسرال میں تو سر کے ہی بل جائے تو اچھا

شاوا

کانسٹیبل لگا کوئی مصلح
خبثِ باطن کے جال سے پہلے
ضابطے کس قدر بتائے تھے
کم مکا کے سوال سے پہلے

واحسرتا!

لحہ لحہ میں دیکھوں خواب اُس کے
لحہ لحہ حقیقتیں پھڑکیں
دل بھرا ہے یوں حسرتوں سے ظفرؔ
جیسے ''راجہ بازار کی سڑکیں''

میک اپ کی بہاریں ہیں "لکوتوں" کی وجہ سے
آتی ہیں چڑیلیں یہاں بھوتوں کی وجہ سے

سب رُوئے کتابی پہ فدا ہیں تو بجا ہے
پتھر تو برستے ہی ہیں توتوں کی وجہ سے

ہر کوئی ہے یہ سوچ کے آسودۂ خاطر
ہم لوگ تو ماندہ ہیں پچھوتوں کی وجہ سے

صاحب کو کلرکوں سے شکایات سہی پر
ورکنگ بھی ہے ہم جیسے اچھوتوں کی وجہ سے

لے ڈوبیں گی اِس قوم کو یہ ماڈ ادائیں!
رہ جائیں گے ہم اپنے سپوتوں کی وجہ سے

ایماں کو سلا پاتی نہیں نفس کی لوری
''بش بھائی'' بدکتے ہیں شہوتوں کی وجہ سے

کتے کو کبھی زور سے ''دُر'' کر کے تو دیکھو
شورش ہے فقط تیرے سکوتوں کی وجہ سے

بزنس ہے کوئی شوقِ عبادت تو نہیں ہے
مسجد میں نظر آتا ہوں جوتوں کی وجہ سے

ہر ذات میں اِک عالمِ نو پاتے ہیں شاعر
مل جائے گا کچھ ایسے بطوطوں کی وجہ سے



جب دروازے پر ٹھک ٹھک ہو
اِس دل میں کیا کیا دھک دھک ہو

وہ لاکھ کہے آ سکتی نہیں
دل چونک پڑے جب ٹک ٹک ہو

وہ حسنِ کافر توبہ جی!!
ہر باسی کڑاہی بھک بھک ہو

اُس موٹو کو دل دینا کیا
جو چال سے بالکل ڈک ڈک ہو

مت دیکھو زن زن زُوں زُوں کو
گاڑی جو چلے تو چھک چھک ہو

آنکھوں کا ساون برس پڑے
اور اُس کا پانی لک لک ہو

سچ جھوٹ سا سچا بن نہ سکا
بولوں تو آپ کو شک شک ہو

اب گولی مار سیاست کو
اب اور طرح کی بک بک ہو

وہ بندہ کیا کہ جس سے ظفر
ہر جاننے والا تک تک ہو



پھر پیار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ
بیگار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

پردے مرے کانوں کے لرزاں ہیں بہت
ملہار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

سر گاڑ آئے ہیں کہیں قدموں میں اور
دستار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

ہم تم من و سلویٰ کی یادوں میں مریں
نسوار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

ہے شوق بے پر کی اُڑانے کا اُنھیں
اخبار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

بے فیض ہے اِس دور میں صدق و وفا
بیکار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

سلمٰی کے جوتے بھول بیٹھے غالباً
گلنار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

چھیڑی تھی بیگم کی اُنہوں نے داستان
تاتار کی باتیں کیے جاتے ہیں وہ

اِک بیوی قابو میں نہیں آتی ظفر
اور چار کی باتیں کئے جاتے ہیں وہ



تہمد



پینڈو اِسی لئے تو تہمد ہی پہنتا ہے
تہمد میں جو مزا ہے، کب پینٹ میں ملا ہے
جو پہنتا ہے اس کو
یوں ہے سرور میں وہ
تہمد میں جیسے کوئی اے سی لگا ہوا ہے

اللہ اللہ

دفتر کی اس الماری کو میرے گھر تک پہنچانا ہے
لیکن عصر کا ٹائم ہے
پہلے پڑھ لیتے ہیں نماز!

سہیلی بوجھ پہیلی

تم کو افلاطون کا ماما
کافر ہوں جو ہم نہ مانیں
اتنا کرو کہ فرق بتا دو
"یو ایس اے" اور "یو این او" میں

دلیل

مری دزدیدہ نظروں پر نہ بگڑو!
مرے جذبوں کی یہ مجبوریاں ہیں
ملا انساں کو ہی ذوقِ محبت
فرشتے حوروں کے عاشق کہاں ہیں

ٹین ایجروں سی اپنی کہانی ہے دوستو
پولی کلر سے یوں تو جوانی ہے دوستو

منظور بل کرانا نہیں غالباً تمھیں
فائل کے ساتھ چائے نہ پانی ہے دوستو

عہدِ وفا کا پاس کوئی کس لئے کرے
اسٹامپ پر نہیں ہے، زبانی ہے دوستو

پوچھیں تو نام وسام سے ٹیرر کے باب میں
بھڑکانی ہے یا آگ بجھانی ہے دوستو

ہم کو شہیدِ ناز ہوئے مدتیں ہوئیں
کس کس پہ اور بجلی گرانی ہے دوستو

دل کو چرا کے چور کا دل اور بڑھ گیا
آخر نظر بھی اس نے چُرانی ہے دوستو

ہر عہد میں ہے عشق و محبت کی داستان
جتنی نئی ہے اُتنی پرانی ہے دوستو

کس کام کی ہے شادی شدوں کی بھی زندگی
کشتی ہے اور وہ بھی دخانی ہے دوستو

جب بھی کھلا کسی پر پس عقد ہی کھلا
کس کی تمنا کتنی سہانی ہے دوستو

پھر جوتیوں میں دال بٹے گی تمھارے ہاں
پھر بزم میں نوید کیانی ہے دوستو



کچھ ایسی تدبیر بنے
دال ہماری کھیر بنے

کس تصویر کو دیکھا ہے
کل عالم تصویر بنے

عقد ہوا جب لیلیٰ کا
سارے رانجھے ویر بنے

بعض اوقات تو بیگم کا
لہجہ بھی کفگیر بنے

گُڑ ڈالو کہ میٹھا ہو
"باعثِ تحریر" بنے

ایسا دور نہ آ جائے
نیکی بھی تقصیر بنے

جھگڑے تھے کس کافر سے
دامن لیروں لیر بنے

فطرت کے آئینے میں
ہم شیطان کے پیر بنے

کس کی یاد کا حملہ تھا
قلب و جاں کشمیر بنے

دل ٹوٹا کہ سر پھوٹا
ہم کاہے کو میر بنے

گھر میں بھڑ کیا گھسی ظفؔر
گھر والے رنگیر بنے



زر، زن، زمین، زال سے آگے نہیں گئے
گویا پچاس سال سے آگے نہیں گئے

یوں تو پراگرس کا ہمیں بھی جنون تھا
لیکن کبھی بھی کھال سے آگے نہیں گئے

کرنی تھی جن کو قومی سیاست میں رہبری
یاروں کے استحصال سے آگے نہیں گئے

چاہتے تھے ایشاء کے نئے ٹائیگر بنیں
آٹے کے ہی سوال سے آگے نہیں گئے

اب عقد پر ہے ''آب و ہوا'' بہرِ ماحضر
اہلِ شکم خلال سے آگے نہیں گئے

منزل بلا رہی تھی ہمیں آنکھ مار کر
بے ہمتے تھے، رال سے آگے نہیں گئے

ہمسائی کا جمال تو کہتا تھا ''ویلکم''
ہمسائے کے خیال سے آگے نہیں گئے

حالات کا تقاضا تو فوری عمل کا تھا
ہم لوگ قیل و قال سے آگے نہیں گئے

ٹھکے تھے آپ حسن کی تعریف کے لئے
ہم بھینس کی مثال سے آگے نہیں گئے

مانع نہیں تھی آپ کے ویروں کی ہاؤ ہو
جانے کس احتمال سے آگے نہیں گئے

یوں بھی نہیں کہ ہم نے ترقی ہی کی نہیں
البتہ ''نونہال'' سے آگے نہیں گئے

جذبہ تو دشمنوں کو کچلنے کا ہے بہت
پر باہمی جدال سے آگے نہیں گئے

حق جانتے ہیں روزِ ازل سے زکوۃ کو
جن کے مکاں کنال سے آگے نہیں گئے

وہ تو پئے وصال گئے ''ساہیوال'' تک
ہم خان جی کی ٹال سے آگے نہیں گئے

مہمان بھاگ نکلے کسی دوسرے کے گھر
جب میزبان ''دال'' سے آگے نہیں گئے

جاں وارنے کا دعویٰ تو کرتے رہے ظفرؔ
گو گفٹ میں رومال سے آگے نہیں گئے



(روحِ قابلؔ اجمیری مرحوم سے معذرت کے ساتھ)

تم نہ مانو مگر حقیقت ہے
آج رشوت بھی ایک نعمت ہے

یوں تو فدوی فدائے ''نزہت'' ہے
تیری اسٹینو بھی قیامت ہے

یار یوں مائلِ حجامت ہے
ہم کو حجام سے ندامت ہے

سب کو اپنے تئیں ہے خوش فہمی
''شاہدہ'' کو مری ضرورت ہے

اس زمانے میں تو کلرکی بھی
زندگی سے بڑی مصیبت ہے

حسن ہی حسن، جلوے ہی جلوے
جمعہ بازار ہے یا جنت ہے

مان جائے گا اُس کا ابا بھی
شوقِ منزل اگر سلامت ہے

عشقے کے بالن جب بھی ترے ماہی کو ساڑا کرتے تھے
وہ کملے جذباتی ہو کر شعروں کا کباڑا کرتے تھے

ہم سائبر دور کے عاشق ہیں سونیٹ پر ڈیٹیں مارتے ہیں
ہم رانجھا جی کو کیا جانیں جو بھینس کا باڑا کرتے تھے

جونہی یہ سُن گُن ملتی تھی کہ ہم نے ''پروہنا'' بننا ہے
وہ تکئے پر ''جی آیاں نوں'' کس شوق سے کاڑھا کرتے تھے

ہم ''پٹی تھال'' کے جب بھی اُس کے پیو سے ملنے جاتے تھے
وہ ہم کو تکیا کرتی تھی ہم اُس کو تاڑا کرتے تھے

مت پوچھ کہ کیسے ہوتے تھے عشاق بزرگوں کے چالے
پیغام رسانی کروا کر بچوں کو بگاڑا کرتے تھے

رقباء کو یونہی ہم کوستے ہیں حائل ہیں وصالِ جاناں میں
یہ بعد از عقد کھلے گا کہ ''چنگا'' یا ''ماڑا'' کرتے تھے

سسرے میرے سرکیوں ہونے لگے بس ''وچلی گل'' ہے اِتنی سی
جب ہم نے پہنا ہوتا تھا، وہ کوٹ کو جھاڑا کرتے تھے

جب چیں بہ جبیں ہو جاتے تھے تو بات بھی کرنی مشکل تھی
لہجے کو تیغ بناتے تھے، باتوں کو کلہاڑا کرتے تھے

منہ زوری میں جو ہم سے بھی ''دو اُنگل'' آگے ہوتا تھا
تو سازش کر کے ایسے دشمن کو ہم ''لاڑا'' کرتے تھے

جو ''وڈے'' بن کر بیٹھے ہیں اور سب کو بھاشن دیتے ہیں
مت پوچھ کہ اپنے وقتوں میں چن کیسے ''چاڑا'' کرتے تھے



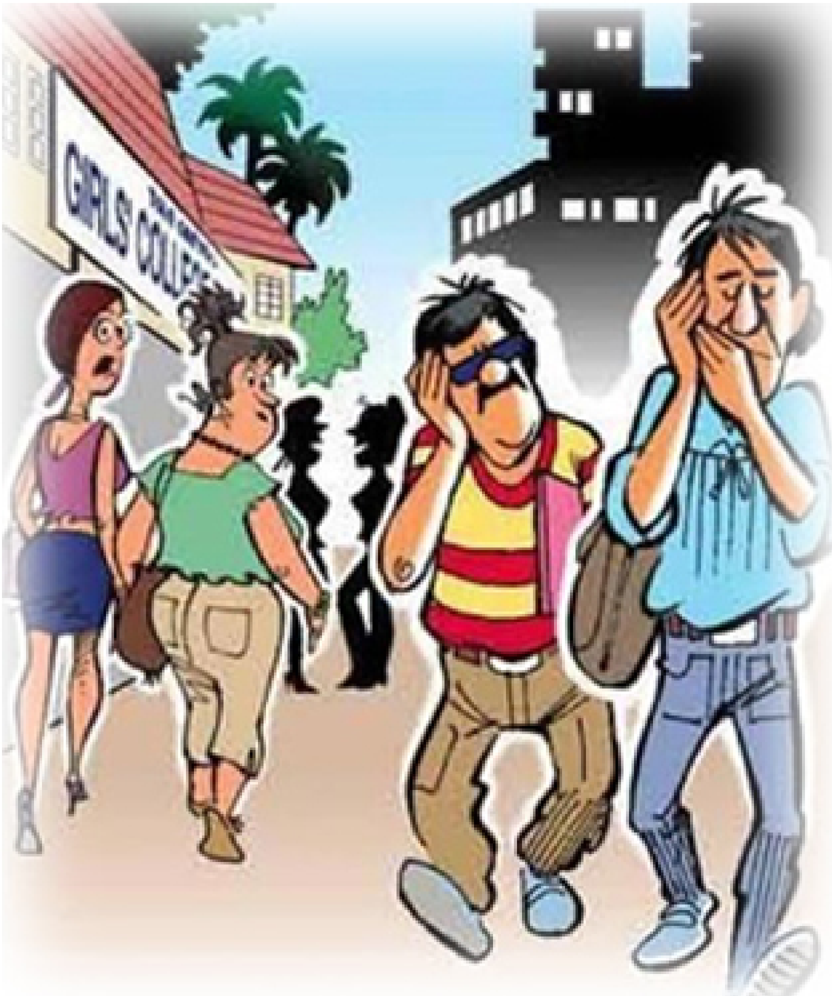
شکوہ

شہر میں جس قدر حسیں دیکھوں
چاہتا ہوں مرے لئے ہوتے
پیدا کرنے تھے گر حسیں اِتنے
"دِل بھی یارب کئی دیے ہوتے"

دیرینہ ڈرامہ

پھر اسمبلی، پھر الیکشن پھر وہی لوٹے ظفرؔ
لوگ پھر کرنے کو دیرینہ ڈرامہ آ گئے
دیکھئے لیڈر کی صورت آج جلسہ گاہ میں
اپنے کندھے پر لئے اپنا جنازہ آ گئے

اِس دور کے جواں۔۔۔



بیکار اِن کے آگے مت حکمتیں بگھارو
اِس دور کے جواں ہیں، اِن کی نظر اُتارو
نہ کان دُکھ رہا ہے
نہ درد دانت کا ہے
سب مُبتلائے چیٹنگ سیل فون پر ہیں یارو!

رشوت

یہ کیسا ہنگامہ بپا ہے
ہر اک ناصح بنا ہوا ہے
میرا مغز کیوں چاٹ رہا ہے
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟
کیا ہے اگر کچھ رشوت کھا لوں
اِس کے بل پر ٹور بنا لوں
سب پر اپنا رعب جما لوں
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟
مجھ کو بھی جینے کا حق ہے
چاکِ دل سینے کا حق ہے
محفل میں پینے کا حق ہے
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

زاہد کیوں ہے سر کو کھپاتا
کاش اسے کوئی سمجھاتا
میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

کیا ہے ذرا سا عیش جو کرلوں
سب سے پہلے ڈیش جو کرلوں
کل کا آج ہی کیش جو کرلوں
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

کون نہیں لیتا ہے رشوت
صاحبِ عزت، صاحبِ دولت
ہر اک کی ہوتی ہے قیمت
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

زاہد کچھ اپنی بھی خبر ہے
جنت کی حوروں پہ نظر ہے
اس میں کچھ رشوت کی کسر ہے
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

اس مہنگی دنیا میں جینا
اور راشی کو کہنا کمینہ
آ جائے گا دانتوں پسینہ
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

رشوت نہ لوں تو ہوں بدھو
اپنوں کی نظروں میں نکھٹو
اور یاروں میں اڑیل ٹٹو
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

یار کو ڈر ہے ''اینٹی کرپشن''
کہیں نہ آ جائے ''اِن ایکشن''
ارے وہ کب ہے اپنی دشمن
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

پلس پرانی، تھانہ پرانا
سب سے ہے یارانہ پرانا
لیتے ہیں نذرانہ پرانا
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟

رشوت کو اب ''ٹاٹا'' کروں کیا
اپنی توند کا گھاٹا کروں کیا
نری دیانت چاٹا کروں کیا؟
رشوت لیتا ہوں تو کیا ہے؟



وصالِ یار تو خرچہ دکھائی دیتا ہے
ہماری جیب میں ٹھینگا دکھائی دیتا ہے

کہا تھا اُس نے بھلا تین بار "ہاں" کیسے
میاں تو آپ کا گونگا دکھائی دیتا ہے

وہ آتا ہو تو نظر آتا ہے سلیم مگر
وہ جاتا ہو تو سلیمہ دکھائی دیتا ہے

لگا کے چشمہ کہا خان جی نے چلا کر
تمھارا جان بھی خوچہ دکھائی دیتا ہے

ہمیں تو جو بھی کوئی ارتقاء کے زینے سے
اڑنگی دیتا ہے، اپنا دکھائی دیتا ہے

----ق----

سے کی داڑھ کے نیچے ہے ہر سیاستداں
سو جھنجھلایا ہوا سا دکھائی دیتا ہے

دکھانے پر بھی شرافت دکھا نہیں پاتا
چھپانے پر بھی خزانہ دکھائی دیتا ہے

زمانِ نو میں وضعداریاں کہاں پیارے
وہ منسکر نہیں گبڑا دکھائی دیتا ہے

کلرک کیا ہے بھلا افسروں کی نظروں میں
خدا کا شکر کہ بندہ دکھائی دیتا ہے

میں جب رقیب کی نیت پہ غور کرتا ہوں
مجھے شیطان کا چرخہ دکھائی دیتا ہے

ظفر کو آپ یونہی نغز گو سمجھتے ہیں
جو سچ کہوں مجھے بونگا دکھائی دیتا ہے

کھلنے کو ایک پنچھی پہ سسرال اور ہے
اک مجھ سا صیدِ شامتِ اعمال اور ہے

شادی کے بعد نسبتی رشتوں کے باب میں
زوجہ کے ساتھ لشکرِ جنجال اور ہے

اُٹھتا ہے جو زمیں کی تہوں سے، وہ کچھ نہیں
بچوں سے جو بپا ہے وہ بھونچال اور ہے

دھرنا دیئے پڑے ہیں سٹی ہسپتال میں
پٹ کر کسی رقیب سے ہڑتال اور ہے

سچ بولنا اگرچہ عقیدہ ہے آپ کا
لیکن ہماری بات پہ منہ لال اور ہے

ڈگری بھی جاب کے لئے لازم سہی مگر
اک پہلوان برسرِ پنڈال اور ہے

پڑھ لکھ کے آپ بن نہیں سکتے تھے "سیٹھ"
دولت کی مارکیٹ میں اقبال اور ہے

ملتا ہے مختتانہ پئے نوکری مجھے
پر جس سے ٹھاٹھ باٹھ ہے وہ مال اور ہے

تم لوگ میری ٹانٹ کو کیا دیکھتے ہو جی
کہتا ہوں جس جو سبزۂ پامال اور ہے

سرکار کے حساب میں خوشحال ہو چکے
جو مر رہا ہے بھوک سے کنگال اور ہے

صوتی آلودگی اسے گردانتا ہے کیوں
موسیقیت میں پاپ کا سُر تال اور ہے

بزمِ سخن میں تان اُٹھاتے ہو کس لئے
شاعر کچھ اور چیز ہے، قوال اور ہے

بہرِ جواب میؔر کے اشعار چاہئیں
اُن کی زباں سے پرسشِ احوال اور ہے

دوسرا جنم

''اواگون'' پر سُن کے لیکچر یہ پوچھا
ذرا یہ بتائیں مرا چانس ہے کیا
میں اگلے جنم میں گدھا بن سکوں گا؟
کہا برہمن نے ''یہ ممکن نہیں ہے
جنم ایک ملتا نہیں ہے دوبارہ!''

(روحِ محشرؔ بدایونی سے معذرت کے ساتھ)

پاکٹیں بے زر ہیں، غفلت ہے مگر ایسے میں بھی
ہم اُگا لیتے ہیں ''وَڈا'' سا ٹبر ایسے میں بھی

کتنی کتنی دھوپ سہہ کر سینما آیا ہوں میں
کیا مجھے ''ٹوٹے'' نہ دکھلائیں گے سر ایسے میں بھی

ناشتے تسخیرِ جاں بن جائیں، کھانے توند ساز
کیا کریں ہم، نہ بھرے نیت اگر ایسے میں بھی

بارِ زوجہ، فکرِ طفلاں، یادِ جاناں، خوفِ ساس
جی رہے ہیں شوہروں میں بیشتر ایسے میں بھی

آپ کے سنگین ابّے سے ڈریں گیدی مزاج
سیر کر لے گا محلے کی ڈفر ایسے میں بھی

مانع ہر شادی شدہ تھا، یہ ہمارا حوصلہ
زندہ رکھی ہیں روایاتِ سسر ایسے میں بھی

تجریدیت



اِس قدر ہو گی ''پکاسو'' میں کہاں تجریدیت
اِن کے کرتوتوں سے ہے جتنی عیاں تجریدیت
اِن کی بیگم شومئ تقدیر سے
ہاتھ جب اِن سے بٹانے کا کہے
پھیر دیتے ہیں کچن میں بھی میاں تجریدیت

اَمشب جو تیرے گھر میں مرا ٹور نہ ہوا
میں ''راگ رنگ'' دیکھ کے بھی بور نہ ہوا

ٹھینگا دکھایا آپ نے، یہ تو ہوا مگر
یہ دل جو چاہتا تھا، کسی طور نہ ہوا

دیتے ہیں جا کے لوگ دولہا کو مبارکیں
اس کی تباہیوں پہ ابھی غور نہ ہوا

بھیڑ رپٹ تو کون سے تھانے میں جائے گا
دل کو چرانے والا کبھی چور نہ ہوا

وہ ایسا دیر ہضم تھا، ''گولہا'' تو ہو گیا
پر رفتہ رفتہ ہی ہوا، فی الفور نہ ہوا

دولت کے میک اپ سے بھی کچھ روپ نہ ملا
کوّا رہا ہے کوّا کبھی مور نہ ہوا

کب نہ گرانیوں نے بڑھایا فشارِ خوں
میں کس بجٹ کو سُن کے لبِ گور نہ ہوا

ناشکرے تھے کہ ٹیکسوں پہ نالہ بکف رہے
کیوں شکر نہ کیا تھا کہ کچھ اور نہ ہوا

ٹکرا گئے تھے لوگ ہی اُس کے مفاد سے
ظالم ہوا ہے لیکن بڑے جور نہ ہوا

"پینجا" ہے یوں رقیب نے مجھ کو کہ ہائے ہائے
ٹڈا بھی میرے سامنے کمزور نہ ہوا

دیکھی ہے اے سی آر قتیلِ نگاہ کی
اس دوھرے قتل پر تو کبھی شور نہ ہوا

اُس کی نظر کا چاند کوئی اور شخص تھا
لیکن ہمارا کیس بھی اگنور نہ ہوا

کیا گیتی وفا کی مٹیں خشک سالیاں
موسم ترے مزاج کا گھنگھور نہ ہوا

جب منفعت ہوئی تھی تو "مائی" نہ کیوں ہوئی
نقصان ہو گیا ہے تو کیوں "یور" نہ ہوا

ظالم پکارے جاتا ظفرؔ کو ڈفر ڈفر
اچھا ہوا کہ ساکنِ لاہور نہ ہوا



گرہ میں دام کس کا ہے
لبوں پہ نام کس کا ہے

تھے کس میں عشق کے کیڑے
رپٹ میں نام کس کا ہے

ہر اک جمہور کو چوپے
نہ جانے آم کس کا ہے

یوں ماما سب کا بنتا ہے
پر انکل سام کس کا ہے

سبھی ہیں آپ کے تاڑو
گلی میں کام کس کا ہے

یہ جو ہے ''سی سی فوٹیج'' پر
رُخِ گلفام کس کا ہے

ہمارا عشق ہے ٹھنڈا
بصد ہنگام کس کا ہے

سبھی کی رال کیوں ٹپکے
یہ دورِ جام کس کا ہے

جو لنچ پر ساتھ تھا میرے
بہ وقتِ شام کس کا ہے

ظفرؔ ہم تو ہیں ٹھینگے پر
جو بُت ہے رام، کس کا ہے



تصویر ٹانکنے کا سامان

جی کیا کہا میاں جی! تصویر ٹانکنی ہے؟؟
الماری میں ہتھوڑی رکھی ہوئی ہے، لے لیں!
کیلیں بھی طاق پر ہیں!!
وہ سامنے دھرا ہے مرہم پٹی کا ساماں!!!

یوں عاشقوں کا میلہ لگا کوئے یار میں
جیسے پتنگیں ہوں کسی بجلی کی تار میں

کیا بات تھی کہ پیار کا رشتہ نبھا نہیں
یا تو ہی بد دماغ تھا یا بے مہار میں

صحرا نشین قیس کو کوئی خبر کرو
لیلیٰ چلی ہے سیر کو رانجھے کی کار میں

افسوس مجھ کو آ نہ سکا علمِ مصلحت
جاہل رہا میں مکتبِ اہلِ دیار میں

''انسانیت'' کے وعظ پہ یاد آیا واعظا!
یہ فلم دیکھنی ہے مجھے ''وی سی آر'' میں

ہتھیا لئے رقیب نے جتنے پلاٹ تھے
''دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں''

اے شیر جنگلوں میں اسے ڈھونڈتا ہے کیا
گیدڑ براجمان ہے تیری کچھار میں

تو ہے کہ ''پی نگر'' کی ابھی تک نہ ہو سکی
شوہر ہی لے اُڑی کوئی پہلے شکار میں

محسوس کر سکا نہ کسی انبساط کو
مجھ کو زکام ہو گیا اکثر بہار میں

اک چیز مارکیٹ میں نو سو روپے کی تھی
ہر چیز ''لوٹ سیل'' سے کی ہے ہزار میں

اُس کے لیے ''میاؤں'' تمھارے لیے ''اونہوں''
کچھ فرق تو ہے تم میں اور عبدالجبار میں

کر لیجیے فلرٹ ذرا دیر کے لیے
دل لے کے آ گیا ہوں کہیں سے اُدھار میں

دیوان سُن رہی ہے بڑے صبر سے ظفرؔ
پوری اُتر رہی ہے مری ہر معیار میں

یہ کس چھڑے کو ہے شوقِ برات، سُن ساقی
نفی کا رنگ بطرزِ ثبات، سُن ساقی

برس رہی ہوں جہاں بھر کی جوتیاں سر پر
تو اس دورانِ غمِ کائنات، سُن ساقی

جو میکشوں میں کبھی سر پھٹول ہو جائے
کہیں تجھے بھی نہ پڑ جائے لات، سُن ساقی

تمام رند پڑے ہیں اِدھر اُدھر پی کے
سو اطمینان سے اب نشریات، سُن ساقی

ارے تو مفت میں امریکا ہی نہ بنتا جا
نہ اپنی ہانک ، ہماری بھی بات سُن ساقی

عجب نہیں تیری گولک کو بھی جو سیندھ لگے
کہاں کہاں نہ ہوئی واردات، سُن ساقی

ہمیشہ کھانے پلانے کی بات کرتا ہے
کبھی تو مجھ سے مرے نظریات، سُن ساقی

تمام لوگ تو سنتے ہیں دل کے کانوں سے
سنانے لگتی ہیں جب شاعرات، سُن ساقی

یوں گدگدا کے ہنسانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ ظفرانیات سُن ساقی



ٹھوس ثبوت

گمشدہ تھی رہگذر، ملتے نہ تھے نقشِ قدم
شکریہ! تیری وجہ سے مل گئی اُن کی خبر
مجھ کو باور آ گیا ہے کہ یہاں آئے تھے وہ
جب سے جوتے کا نشاں دیکھا ترے رخسار پر

تیری دید کے کارن

ہم رویت ہلال کمیٹی کے منتظر
بیٹھے ہوئے ہیں عید کا ارماں کئے ہوئے
کب تک نہ چاند اِن کو نظر آئے گا ظفرؔ
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

صورتِ حال ہوئی اور چنا جور گرم
چور کو پڑ گئے جب مور چنا جور گرم

اُن کی توندیں نہ ہوئیں عمرو کی زنبیل ہوئی
جن سے چھوٹا نہ لب گور چنا جور گرم

جن سے مطلب نہیں، اُن کے لئے کھلتا ہے کہاں
میرا دروازہ، ترا door چنا جور گرم

جھولیاں بھر کے لئے جاتے تھے اہلِ ہمت
ہاتھ ملتے رہے کمزور، چنا جور گرم

لینے والے ہوں تو آسانی سے مل جاتا ہے
سرِ بازار، بہر طور، چنا جور گرم

وہی لیڈر، وہی تقریر، وہی نعرے ہیں
آج پنڈی بھی ہے لاہور چنا جور گرم

بینک والے ہمیں گچی سے پکڑ لیتے ہیں
بخشوا لیتے ہیں راٹھور چنا جور گرم

نوچا جاتا رہا یونہی تو اُجڑ جاتے گا
بے خبر سستی کا بھنبھور چنا جور گرم

سام چچا! یوں بھی دیوار سے ہم کو نہ لگا!!
کہہ نہ دیں تجھ کو بھی no more، چنا جور گرم

جب کبھی پیاس لگے، شربتِ دیدار چلے
جب بھی ہوتے ہیں ذرا بور چنا جور گرم

اُن کی مٹھی ہے اگر گرم تو پھر ٹھینگے سے
کوئی ہوتا رہے اگنور، چنا جور گرم

ہوا دشوار مفر قوم کے بھڑ بھونجوں سے
بیچ کھاتے ہیں بصد شور چنا جور گرم

اس قدر داؤ سیاست میں لگایا نہ کرو
لوگ کہہ اُٹھیں "چنا خور"، چنا جور گرم

لیڈروں سے ہے کسی خیر کی اُمید عبث
کوّا کھائے، نہ مرے ڈھور، چنا جور گرم

---ق---
آپ شاعر کی طبیعت کو غلط مت سمجھیں
یوں تو دِکھتے ہیں ذرا اور چنا جور گرم

ٹارگٹ کوئی جو مل جائے تو میزائل شعر
داغنے لگتے ہیں فی الفور، چنا جور گرم



غیر سیاسی دعویٰ



زلزلہ کہتے ہیں جس کو مہرباں
میرے جذبوں کا ہے مظہر، بے گماں
قصہ ہائے دیگراں
ہیں قیاس آرائیاں
میری بھونکوں سے لرزتا ہے جہاں

اپنے یہاں آباد ہر دو نمبریا، دس نمبریا
اور اُن کی بھی اولاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

کوٹھی بھی ہے، گاڑی بھی ہے، مل شل بھی ہے، باڑی بھی ہے
پھر بھی ملا ناشاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

اب تو سیاست سے شرافت کو نکالا مل گیا
رہتا ہے زندہ باد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

ابلیس اِن کے سامنے، لگتا ہے پگڑی تھامنے
ہر طور سے اُستاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

یہ فون کے بل سے کھلے گا کس کو کتنی یاد تھی
ویسے تو ہے فرہاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

ہم جا بجا قانون اور اخلاق کی بندش میں ہیں
ہر فکر سے آزاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

سالے کے متھے جب لگے، دن میں ہمیں تارے دِکھے
سسرال کی ایجاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

یہ تیر کی مانند سیدھا نہ ہوا تو بولنا
بن جائے گھر داماد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

ہم آپ منہ اک دوسرے کا دیکھتے رہ جائیں گے
کھا جائے گا امداد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

اُردو ادب کے منہ پہ بارہ بج رہے ہیں خیر سے
جب سے بنا نقاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا

اب کے جو دکھلانا ہو فن، رکھے سرِ بزمِ سخن
گندے ٹماٹر یاد ہر دو نمبریا، دس نمبریا



لیڈر اور ورکر

(علامہ اقبال کی نظم "عقل ودل" کی پیروڈی، روحِ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

بولا لیڈر سیاسی ورکر سے
قوم کا ایک رہنما ہوں میں
ہوں محل میں، گزر ہے جھگیوں میں
سب کے نعروں میں گونجتا ہوں میں
کام دنیا میں جوڑ توڑ میرا
اسی بیوپار سے بڑا ہوں میں
یوں اسمبلی اٹینڈ کرتا ہوں
خوب خراٹے لے رہا ہوں میں

تو ہے مصروف سارا سارا دن
اور عیاشی کو بنا ہوں میں

بولا شیخی میں آن کر ورکر
تو مجھے بھی سمجھ کہ کیا ہوں میں
تو کہ محتاج ٹھہرا ووٹوں کا
اس پریشانی سے بچا ہوں میں
تیری لوگوں میں اہمیت مجھ سے
تیرا ووٹر سے رابطہ ہوں میں
تو پریس فوبیا سے بیکل ہے
اِس مرض سے بھی ماورا ہوں میں
ہے ترا کام فنڈ ہتھیانا
اور اس کو اُڑا رہا ہوں میں
میری حالت نہ دیکھ کیسا ہوں
بینک والوں سے پوچھ کیا ہوں میں

اِک بلندی پہ ہے مقام مرا
دیکھنے میں تو ایویں سا ہوں میں



در حقیقت

اُکتا دیا ہے ایک سے لیل و نہار نے
شاہانہ زندگی کے تواتر سے بھی حذر
جاگا نہیں ہے دِل میں غریبوں کا غم ظفرؔ
اپنا رہا ہوں سادگی فیشن کے طور پر

وکھرا بندہ

کسی سے بھی ملتی نہیں تیری رائے
نہ مجھ سے، نہ اُس سے نہ باقی جہاں سے
ازل سے ہے سب سے جدا، سب سے وکھری
عزیزانِ ''پشتون'' کی عید جیسے

جو ہنر آج یہاں مِستری اُستاد میں ہے
اُس کی رتی بھی کہاں حضرتِ فرہاد میں ہے

اپنے کردار میں بونا نظر آتا ہے بہت
دیکھنے میں جو سراسر قدِ شمشاد میں ہے

تُو نے جو اِتنی نزاکت سے ''فنی'' بولا ہے
طنز کا تیر بھی اِس بار تری داد میں ہے

ممبرِ قومی اسمبلی میں یہ خوبی دیکھی
اولاً چور ہے ، لیڈر تو کہیں بعد میں ہے

اُس کی تشریف میں پھوڑا نہیں نکلا ہرگز
ایک مُدت سے ترے ہجر کی اُفتاد میں ہے

گاوْدی اُس کو کہا ''ی'' کو گرا کر کیونکر
بس اِسی بات کا غصہ مرے نقاد میں ہے

اُس کو موجد نہیں کہتی ہے نگوڑی دنیا
یہ خلش آج بھی حُسنِ ستم ایجاد میں ہے

کہیں جا کر کبھی کلغی نہیں نکلا کرتی
جیسا پنڈی میں تھا ویسا ہی وہ بغداد میں ہے

ایسے افراد کو سونپی ہے حکومت ہم نے
جن کی دلچسپی فقط آہن و فولاد میں ہے

میں نے بتلایا ہے پٹھہ مرا کیسے بیٹھا!
دوستو ! کوئی لطیفہ مری رُوداد میں ہے؟



"نگری نگری پھرا مسافر گھر کا رستہ بھول گیا"
ائر پورٹس کو آتے جاتے لاری اڈہ بھول گیا

اوپر نیچے کاکوں نے یوں کی ہے "تا" کہ پنکی کو
سارا عشوہ، سارا غمزہ، سارا نخرا بھول گیا

ایسی ایسی تان اڑاتے دیکھا ہم نے یاروں کو
بزمِ سخن میں کون ہے شاعر، کون گویا بھول گیا

میک اپ مین کو اپنے فن پر ناز یونہی بے فیض رہا
میک اپ کیسا جب جلووں کا "ٹویا ٹبا" بھول گیا

برفیلی اشیاء کھانے پر بیٹے کو تو ڈانٹا ہے
بچپن میں خود کھاتا تھا میں گولا گنڈا بھول گیا

یوں تو پکی آئیڈیل پر سمجھوتہ نہ کرتی تھی
دولت والا دیکھا تو سب گورا کالا بھول گیا

بعد از مدت ملنا ہے اور ''نیب'' کی صورت پوچھتے ہیں
کون فلانا یاد رہا اور کیوں ڈھمکانا بھول گیا

اُس کو دیکھا ہے تو فدوی پھر سے پونچھ ہلاتا ہے
اُس کے ویروں نے جو توڑا گوڈا گٹا بھول گیا

ووٹر کو بھی روزِ الیکشن یاد کہاں رہتا ہے ظفرؔ
اپنے وطن میں کون ہے گھوڑا کون ہے کھوتا بھول گیا



ہم کو اتنا بھی نگوں سار نہ سمجھا جائے
اُن کے ٹھینگوں کا پرستار نہ سمجھا جائے

عادتاً شیریں بیاں ہوں جو خواتین کے ساتھ
عقدِ ثانی کا سزاوار نہ سمجھا جائے

ونڈو شاپنگ بھی تو کرتے ہیں بہت سے بندے
اُس کے تاڑو کو خریدار نہ سمجھا جائے

زاویے اور بھی نقطوں پہ بنا لیتا ہے
عاشقِ عصر کو پرکار نہ سمجھا جائے

یہ الگ بات کہ ہر جیسے کو تیسا ہوں میں
ایسا ویسا مجھے زنہار نہ سمجھا جائے

یوں تو ملہارتے پھرتے ہیں کنارِ جوہڑ
کسی مینڈک کو گلوکار نہ سمجھا جائے

مجھ کو انسان کہا جائے، دغاباز سہی
کسی کتے سا وفادار نہ سمجھا جائے

اپنی پگڑی کو سمجھتا ہوں میں عزت کا نشاں
کلغئ مرغِ طرحدار نہ سمجھا جائے

جھوٹ بکتا ہوں مگر اہلِ صحافت سا کہاں
یوں مجھے شام کا اخبار نہ سمجھا جائے

یہ غمِ قوم نہیں قوم کو کھانا چاہے
لیڈرِ قوم کو غمخوار نہ سمجھا جائے

بھانڈ لوگوں کو بھی کہہ سکتے ہیں حیوانِ ظریف
سب کو غالب کا طرفدار نہ سمجھا جائے

بیشتر شعر لکھے اپنی زمیں پر میں نے
پھر بھی چاہتا ہوں، زمیندار نہ سمجھا جائے



صفائی

اہلِ خانہ نے جھنجھلا کے کہا
"تم نے بیگم کو کیوں بتایا تھا؟
رات کتنے بجے میں آیا تھا!"

اس پہ نوکر نے سر جھکا کے کہا
"آپ کوئی سی بھی قسم لے لیں
وقت میں نے نہیں بتایا اُنہیں
وہ تو جب بی بی جی نے پوچھا تھا
میں نے اِتنا فقط بتایا تھا
آپ جس وقت گھر میں آئے تھے
کر رہا تھا وضو فجر کے لئے"

جن نقاط پر ٹھہرا زاویہ محبت کا
اب وہاں پھسلتا ہے حوصلہ محبت کا

ایک مجنوں بھائی کی سب نے ہی دھنائی کی
ہوگیا محلے میں واقعہ محبت کا

اور ہی رقیبوں کا رنگ ہوتا جاتا ہے
تنگ ہوتا جاتا ہے، قافیہ محبت کا

اُن کے سر کی پٹی کو آپ کیا سمجھتے ہیں
وہ اٹھائے پھرتے ہیں تعزیہ محبت کا

جب کسی پر مرتا ہوں، زندگی بھر مرتا ہوں
عارضی نہیں ہوتا، عارضہ محبت کا

اب مقننہ میں سب چور ڈاکو مل بیٹھے
ہو گیا سیاست میں سانحہ محبت کا

یاد کیجئے تلخی ''ذر فتے منہ'' سننے کی
جب کبھی بھی چکھنا ہو ذائقہ محبت کا

اور کیا کمائے گی، نیند ہی اڑائے گی
گیت جب بھی گائے گی فاخرہ محبت کا

روز اپنے شوہر کا یہ بجاتی ہے باجا
شعر جو سناتی ہے، شاعرہ محبت کا



موجاں ای موجاں



لیلیٰ کے پاپا جب سے گئے ہیں مرید کے
مجنوں تو لے رہا ہے مزے خوب دید کے
موجیں ہیں اس طرح
ہوتے ہیں جس طرح
بلی کے بھاگوں چھچھڑے اور بکرا عید کے

ستم ظریفی

خبرنامے میں تو سنا ہو گا تم نے
نہ آئندہ ہو گی کبھی لوڈ شیڈنگ
نہیں جی! میں خبریں نہیں سُن سکا تھا
ہمارے علاقے میں تھی لوڈ شیڈنگ

برسبیلِ تذکرہ

زندگی نہ بنائے تو بیکار ہے
نوکری نہ دلائے تو کیا فائدہ؟
میرے نزدیک تعلیم بھی ہے ظفرؔ
وقت کو ضائع کرنے کا اِک مشغلہ

رمضان میں

آمدِ رمضان پر یاد آ گیا جو ہم کیا کرتے تھے ہر رمضان میں
باندھتے ہیں ہم میں سے اکثر جہنم کے کے لئے زادِ سفر رمضان میں

گو محلے دار ہیں لیکن محلے کی کسی مسجد میں دیکھے نہ گئے
ہاں مگر ٹی وی میں لیکچر دین پر دیتے ہوئے آئے نظر رمضان میں

عید پر دادِ غدر لینے کو آجاتے ہیں ہم سے، جان کر بدھو ہمیں
فلمی طرزوں پر سنا کر نعتیں جو کرتے ہیں شورش رات بھر رمضان میں

قیمتیں اجناس کی سُن کر کھڑے ہو جاتے ہیں ہم لوگوں کے تو رونگٹے
تو ہی کہہ دے روزہ رکھنے کے سوا چارہ ہے کیا اے چارہ گر رمضان میں

ہوٹلوں پر لکھا ہے تقدیسِ رمضاں میں یہ ہوٹل دوپہر کو باز ہیں
اس کا مطلب ہے کھلے ہیں آپ پر ہوٹل کے سارے چور در رمضان میں

سولہ گھنٹے روزے کو بہلائے رکھنا کوئی خالہ جی کا گھر ہوتا نہیں
فیس بک پر کرنا پڑتا ہے ہمیں ناچار سارا دن بسر رمضان میں

مسجدوں میں نیکیوں کے ساتھ جوتوں کی کمائی بھی کیا کرتے ہیں لوگ
شیخ جی کو ہم نے ننگے پاؤں اکثر لوٹتے دیکھا ہے گھر رمضان میں

کیا خبر دفتر سے جا کر چپکے چپکے کتنے مرغوں کو کیا کرتا ہے قتل
یوں تو روزہ دار جیسا منہ بنائے پھرتا ہے تو بھی ظفرؔ رمضان میں



(روحِ پروین شاکر سے معذرت کے ساتھ)

شے کوئی بھی چرنے میں دیر کتنی لگتی ہے
توند کے نکلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

اُس نے ہنس کے دیکھا تو مسکرا دیئے ہم بھی
دانت کے نکلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

عشق کی شرارت سے، عقد کی حماقت تک
دوسروں پہ مرنے میں دیر کتنی لگتی ہے

بات جو بھی کرنی ہے، کر اسٹامپ پیپر پر
بات سے مکرنے میں دیر کتنی لگتی ہے

غم کتنا کرتے ہو، افسروں سے یاری ہے
اور کیس چلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

جب کسی کے پیروں پر دھم سے پیر پڑ جائیں
چیخ کے نکلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

فکر نشتا

ٹھلا دیکھا جو جمپ کے واسطے تو منتظم چلا کے بولا
''ارے ٹھہرو! کہ سوئمنگ پول میں پانی ابھی چھوڑا نہیں ہے''
کہا پپو میاں نے ''چھوڑیئے بھی، فکر کیوں کرتے ہیں، سر جی!
جو سچ پوچھیں، مجھے بھی در حقیقت تیرنا آتا نہیں ہے''

وہ لڑکی ہے کہ مائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے
مری قسمت میں آئی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

کلرکی کی جو pay ہے وہ نوالہ بھی نہیں بنتی
سب اوپر کی کمائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

جنابِ شیخ خود کو یہ تسلی دے کے مئے پی لیں
یہ نزلے کی دوائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

میں اپنے منہ میاں مٹھو بنوں تو ہو گی شنوائی
اگرچہ خود نمائی ہے، گزارہ ہی تو کرنا ہے

وہ نہ بولیں تو نہ نہ وہ ہاں بولیں تو ہاں ہاں ہاں
تو اِس میں کیا بُرائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

میں پورا تھا وہ آدھی تھی، مگر شادی کے بعد اب تو!
میں آدھا ہوں وہ ڈھائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

نرا مجنوں نہیں ہوں ،سو اِسی صورت قبولوں گا
اگر دِل مع کلائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

میں اُس کے آگے ''نیواں، نیواں'' رہتا ہوں تو پھر کیا ہے
وہ آخر ''ست بھرائی'' ہے، گزارہ ہی تو کرنا ہے

محبت نامہ ایروں غیروں سے پڑھوانا پڑتا ہے
عجب اُس کی لکھائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

وہ ایسی پوسٹ پر ہے جس میں موقع ہی نہیں لگتا
فریب پارسائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

تمنا تو مجھے تھی سبزہ و گل کی، مگر پھر بھی
غنیمت ہے جو کائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے

ظفرؔ کا مجھ سے مت پوچھو، میں اس کو رو چکا کب کا
کسی کا گھر جوائی ہے گزارہ ہی تو کرنا ہے



دھیرج

دکھاتے تو ہو عید کی گرمجوشی
کہیں بل کمر میں مرے پڑ نہ جائیں
ذرا جوشِ ایماں کو قابو میں رکھو
گلے ملنے والے گلے پڑ نہ جائیں

دیکھ لینا!

قیمتیں پوچھی نہیں جاتیں ظفرؔ
عارضہَ دِل کا رہتا ہے ہراس
یونہی مہنگائی رہی تو ایک دِن
جانگیہ بن جائے گا قومی لباس

دربانی حکمرانی سی لگتی ہے اِن دِنوں
وردی بھی شیروانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

ہکلے سہی مگر جب سیاست پہ بات ہو
باتوں میں کیا روانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

جمہوریت کے ذکر پہ آ جاتی ہے ہنسی
اک طنزیہ کہانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

یوں ہر کسی سے قرض نہ مانگا کرو میاں
ملت کی ترجمانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

یہ پاپ سنگروں کے زمانے کے نوجواں
مخلوق درمیانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

جلووں کی آب و تاب چکا چوند کر گئی
بیوی بہت پرانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

یوں زندگی گزارنا سسروں کے درمیاں
محشر کی میزبانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

شادی سے قبل کیسی نزاکت میں فرد تھی
بیوی کہ چوہدرانی سی لگتی ہے اِن دِنوں

ہر بات پر وہ بھرنے لگی چٹکیاں ظفرؔ
سو ہو بہو کیاآئی سی لگتی ہے اِن دِنوں



کس طرح رشوت کی نعمت سے کوئی چاہے مفر
ہر ضمیرِ ذات پر چھایا ہے اسٹیٹس کا شر

آج کل ابلیس کے کرتوت پیچھے رہ گئے
کر گیا ہے کس قدر انساں ترقی کا سفر

اب بھی تیرا شغل ہے اوروں کی ٹانگیں کھینچنا
چھٹ کے بھی چھوٹی نہیں تجھ سے صحافت کی ڈگر

ختم کیسے ہو سکیں گے تیرے میرے اختلاف
کاٹتی ہے راستہ تیری "اگر" میری "مگر"

جذبۂ بے اختیاری سے نمٹنے کے لئے
کرفیو دل میں لگا رکھا ہے تیری یاد پر

کیا خبر نکلے وہی لیلیٰ کا مجنوں دوستو!
طعنہ زن جس شخص کو کہتے رہے ہیں نامہ بر

کچے پکے راگ میری جان کو آنے لگے
شب کے پچھلے پہر کوئی رینکتا ہے مثلِ خر

کس قدر لمبی غزل لایا سنانے کے لئے
''نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر''

کیا سناؤں داستاں ''میچور'' ہونے کی ظفر
جوتیاں کھا کھا کے دنیا سے بنا ہوں معتبر



مجرّب نسخہ

اِک سہیلی نے شکایت بھرے لہجے میں کہا
''دیر ہو جاتی ہے ہر روز مرے شوہر کو
ارے ہاں ۔۔۔ یاد آیا!
رات کو دیر سے آتا تھا تمھارا بھی میاں
اس کی یہ عادتِ بد کیسے چھڑائی تم نے؟
اپنی ممی کو بتایا تھا یا خود کی تھی پٹائی تم نے؟؟''
دوسری بولی
''نہیں ایسا تو کچھ بھی نہ کیا تھا میں نے
ہاں ۔۔۔ مگر ایک دفعہ، رات کو جب
گھر چلے آئے تھے ذرا سے جلدی
میں نے دروازے کے نزدیک کہا جا کے یونہی
کون؟ کیا آگئے ہو تم اظہر؟؟
اور تم جانتی ہو نام مرے شوہر کا
وہ ہیں قیصر!
پھر کبھی لیٹ نہ آئے وہ گھر!!''

سر پٹخنا عبث ہے پتھر پر
جوں نہ رینگے گی گوشِ دلبر پر

خوش تھا دے کر مجھے غلط نمبر
مل گیا آج رانگ نمبر پر

آپ نامہ نہیں لکھا اُس نے
اور طعنہ زنی کبوتر پر

یہ جو بیگم کی ساڑھی کا بل ہے
ایک بم ہے غریب شوہر پر

آپ کیوں بلبلا اُٹھے حضرت
چوٹ ہم نے تو کی ہے خچر پر

رینگتے تھے زمیں کی پستی میں
اُڑ رہے ہیں کہاں لگا کر پر

دوسروں پر اچھالے تھے پتھر
آ گرے ہیں ہمارے ہی سر پر

یوں ہے کوئی ہماری نظروں میں
جیسے عورت کی نظریں زیور پر

قرض دے کر گنوا دیا ہم نے
یار ملتا نہیں ہے اب گھر پر

خود پہ بات آئی تو اُبل ہی پڑے
ہنس رہے تھے کسی کے چھپر پر

اپنے کرتوت دیکھتے ہی نہیں
معترض ہیں وہ لفظ ''لوفر'' پر

ہائے غصہ کہ اُپلے تھوپتی ہے
یا وہ دیوار تھوپے گوبر پر

دے کے گڈ مارننگ کا اسٹیٹس
اینڈھتے ہیں وہ کب سے بستر پر

اُن کے نخرے بھی ہیں کنالوں میں
جو سمٹ جائیں ایک میٹر پر

اپنی بیوی پہ بس نہیں چلتا
اور غصہ نکالیں نوکر پر

ہیجڑے بن کے رہ گئے ہم بھی
تالیاں پیٹتے ہیں مچھر پر

دامنِ ضبط چھوڑ دے نہ کوئی
میری اِس شاعرانہ ٹر ٹر پر



تیرے خونخوار سے ویروں کو جو یورپ کا سفر مل جائے
عشق کو واک اوور مل جائے

چھوڑو بیکار کی چسکے بازی
تم شکر خورے جو بن جاؤ تو تم کو بھی شکر مل جائے

برق بن کر میرے جیون کے نشیمن پہ ہی گرنا کیوں ہے
کاش تجھ کو کوئی بر مل جائے

بے دھیانی میں کہیں خُلد مکاں نہ ہو جاؤں
میں خیالِ چمن آرائی میں ہوں اور گٹر مل جائے

باس کو جھاڑ میں ویسے تو پلاتا ہوں بہت (خوابوں میں)
مورِ بے مایہ کو اک روز حقیقت میں بھی پر مل جائے

کیسا کلجگ ہے ذرا کھول کے آنکھیں دیکھو!
عین ممکن ہے، بشر کے لئے نکلو، تمھیں شر مل جائے

عالمی بنیوں کی اس دنیا میں کمزور ممالک کی سیاست ہے یہی
جس نے تلوار سرِ دستِ عدو دی ہے، مجھے اُس سے سپر مل جائے

تا کا جھانکی میں کما سکتا ہے تو خلعتِ ممتا اِک دن
کیا عجب یوں تیری اولاد کو اک اور ''مدر'' مل جائے

دوسروں سے تو کیا کرتا ہے، اِس بار مقدر کہیں تجھ سے نہ ظرافت کر دے
تجھ کو ''شاہ رُخ'' کی تمنا ہو مگر تجھ کو ظفر مل جائے



سیاست



کہا ایک لیڈر نے باقاعدہ
دیانت تو خوبی ہے اِک زائدہ
بنیں ہم نشیں
جو صادق امیں
بھلا پھر سیاست کا کیا فائدہ؟

چھکے چھوٹ گئے

(قتیل شفائی کی ایک نظم "گھنگھرو ٹوٹ گئے" کی پیروڈی، معذرت کے ساتھ)

مجھے آئے ہے جگ سے لاج
میں اِتنے زور سے کھانسی آج
کہ چھکے چھوٹ گئے

کچھ مجھ میں نیا جوبن بھی تھا
کچھ اُس میں تھوتھا پن بھی تھا
کبھی میک اپ سے میں تیر بنی
کبھی زلف (یہ وگ) زنجیر بنی
لیا دل احمق کا جیت
یوں گانے لگا وہ میرے گیت
کہ چھکے چھوٹ گئے

میں بن گئی پھاہا کٹنوں میں
وہ گننے لگا مجھے اپنوں میں
کہتی تھی یہ دنیا جل ککڑی
میں ہما کا شوہر لے ہی اُڑی
میں بن کے گئی تھی چور
پر میری سوتن تھی شہ زور
کہ چھکے چھوٹ گئے

سسرال میں سب کو غیر لگی
اور ہما کو یکسر زہر لگی
مجھے ڈنک پڑے ہیں نندوں کے
مجھے تیر لگے ہیں طعنوں کے
جب چلا ہما کا داؤں
تو ایسا پھسلا میرا پاؤں
کہ چھکے چھوٹ گئے



عجیب لگتا ہے اُمید اِن سے رکھتے ہوئے
مقننہ کے سبھی جانور ہیں پرکھے ہوئے

بتا دو ایسی کی تیسی ہوئی ہے جو تیری
کچھ اور لوگ بھی عزمِ سفر ہیں باندھے ہوئے

ترے گلاب سے مکھڑے کو پہنچ پائیں گے کیا
ہم آم کی طرح پیلے ہیں وہ بھی چوسے ہوئے

انہیں اٹھانے کو اب زلزلہ ہی آئے کوئی
کہ وہ ہیں کرسی پہ ایلفی لگا کے بیٹھے ہوئے

بھگا بھگا کے رقیبوں نے گھر ڈراپ کیا
ہم آئے جب بھی تمہاری گلی سے ہوتے ہوئے

کریں نہ فخر بہت ایٹمی دھماکوں پر
ہمارے گھر میں بہت بیگمی دھماکے ہوئے

ڈنر کے بعد کسی نے ڈکار یوں لی ہے
"اُڑا دیے ہیں پرندے شجر پہ بیٹھے ہوئے"

کبھی وہ لیلیٰ کبھی ہیر پر نچھاور ہیں
زمانِ نو میں تو مجنوں میاں بھی لوٹے ہوئے

ہمارے سامنے جمہوریت کا نام نہ لیں
تمام اہلِ وطن ہیں اِسی کے "ڈنکے" ہوئے

تمہاری میٹرو سب کو نہال کر دے گی
مگر وہ لوگ جو سیلاب میں ہیں بہتے ہوئے

پرایا دھن تو فقط بیٹیاں نہیں ہوتیں
کہ بعد از عقد کئی لڑکے بھی پرائے ہوئے

ظفرؔ ہمیں کو بھلا طعنِ ہڈ حرامی کیوں؟
تمام رات گزاری ہے تارے گنتے ہوئے



بس بھئی بس!

دوستو اہلِ ادب میں بے ادب ہی ٹھیک ہیں
اب انڈیلیں کان میں بے وقت کی ملہار کیوں
اِن بزرگانِ ادب کے چونچلے کب تک سہیں
پوپلے مونہہ سے سنیں رومانوی اشعار کیوں

غنیمت شمار عمر

ظفرؔ یہ سیاست کا بازار ہے
وہ سکہ نہ لانا جو کھوٹا نہیں
یہاں حق بھی نیلام ہو کر ملے
نرا گاؤدی ہے جو لوٹا نہیں

اس شہر میں کیوں باعثِ بلوہ و غدر ہوں
آ ہم بھی کسی دور کے چینل کی خبر ہوں

کل پانچ بجے پارک میں جلوے تو طلوع کر
کل ہم بھی مٹر گشت کو نکلیں گے، اگر ہوں

وہ آج ہمیں بانس پہ چڑھا تو رہے ہیں
کیا جانیے کل کس کی رفاقت میں ڈنر ہوں

کیوں حسرتِ دیدار پہ ٹھینگا ہے نصیبا!
ہم جیسے شکر خوروں کو اسبابِ شکر ہوں

جیون میں بھی لکھے ہیں اُسی طور کے دھکے
جس طرح مضافات کی ویگن کے سفر ہوں

بیوی ہمیں آنکھیں تو دکھائے گی جب اُس کے
دو ویر ہوں اور خیر سے دونوں ہی killer ہوں

ہر دور میں یونہی تو مناصب نہیں ملتے
سرکار کے بندے ہیں، اِدھر ہوں یا اُدھر ہوں

گوروں کی نگاہوں میں ہے کیا تیسری دنیا
ہم جیسے بشر نہ ہوں، نمونہ بشر ہوں

کچھ حظ تو اُٹھائیں گے سرِ بزمِ سخن ہم
بونگے بھی اگر شیریں مقالوں میں ظفر ہوں



جگ ہنسائی کی کمائی تو نہیں مانگی تھی
سرِ بازار دھنائی تو نہیں مانگی تھی

میں تھا اور جوڈو کراٹے کی ستم آرائی
تجھ سے ایسی پذیرائی تو نہیں مانگی تھی

میں نے چاہا تھا کہ سرسبز ہو میرا گلشن
سبزہ مانگا تھا، یہ کائی تو نہیں مانگی تھی

اپنی بیماری کو رویا تھا جو بیمار ترا
دید مانگی تھی، دوائی تو نہیں مانگی تھی

یوں نہ بھناتے، مجھے نانِ جویں دے جاتے
آپ سے نان خطائی تو نہیں مانگی تھی

سرد مہری کا گلہ اُن سے کیا تھا ناحق
پیار مانگا تھا، رضائی تو نہیں مانگی تھی

دل کے مانگنے پہ غلط فہمی ہوئی ہے شائد
تجھ سے یہ تیری کلائی تو نہیں مانگی تھی

موسیقی روح کی غذا ہے یہ کہا تھا میں نے
اپنی شادی کی شہنائی تو نہیں مانگی تھی

سادگی، شرم و حیا، فہم و ذکاء، سب ہے بجا
بیوی مانگی تھی، یہ مائی تو نہیں مانگی تھی

کوئی ''شوگر'' کا ہی تحفہ مجھے دے جائے ظفر
اِس لئے میں نے مٹھائی تو نہیں مانگی تھی



سیدھی بات

ٹیچر نے بچوں سے پوچھا
پیارے بچو! یہ بتلانا
حرف ''الف'' سے کیا بنتا ہے

اک شاگرد یہ اُٹھ کر بولا
''الف'' یا ''بے'' سے کچھ نہیں بنتا
سب کچھ پیسوں سے بنتا ہے

جتنی کالیں کھڑکی ہوں گی

(صابر ظفر کے ایک گیت ''جتنی آنکھیں اچھی ہوں گی'' کی پیروڈی، معذرت کے ساتھ)

جتنی کالیں کھڑکی ہوں گی، میری ''پہنچیں'' ہوں گی
جتنے فون بلاوے ہوں گے، میرے پاوے ہوں گے
اِتنی پہنچیں، اِتنے پاوے کیسے ٹال سکو گے
جتنی کالیں کھڑکی ہوں گی، میری ''پہنچیں'' ہوں گی

میری تھرڈ ڈویژن بھی کر دے گی سب کو بو
تم کو تو بس کافی ہو گی ماموں جان کی ہیلو
اِتنی پاور فل اپروچ کو کیسے ٹال سکو گے
جتنی کالیں کھڑکی ہوں گی، میری ''پہنچیں'' ہوں گی

تم دیکھو گے ہر پرموشن صرف ہماری ہو گی
تم دیکھو گے اچھے عہدے صرف ہمارے ہوں گے
تم تو یوں بل کھانے لگے ہو جیسے ٹال سکو گے
جتنی کالیں کھڑکی ہوں گی، میری ''پہنچیں'' ہوں گی

ہم بھی اب شوہر ہیں اوروں کی طرح
اپنے گھر گھستے ہیں چوروں کی طرح

بیویوں کا بولنا اِک حشر ہے
اور خاموشی ہے شوروں کی طرح

تیری دنیا کا کاسہ ہو گیا
تیرے نینوں کے کٹوروں کی طرح

اپنی ہر ناکامی کا خمیازہ کیوں
ڈالتے ہو مجھ پہ ڈوروں کی طرح

جس نے توڑا ہے مجھے وہ نار تھی
انگلیوں کی نرم پوروں کی طرح

کامیابی بخت اُن ڈھیٹوں کا ہے
جو ہیں بھائی زر کے چھوروں کی طرح

پاؤں اُس ناری کے مت دیکھو کبھی
جو بہت سنوری ہے موروں کی طرح

تیرے ہاں جانا بھی لاحاصل رہا
سب بڑے لوگوں کے دوروں کی طرح

مضرِ صحت ٹھہریں سگریٹ نوشیاں
پیتا ہوں پائپ میں گوروں کی طرح

شعر کہہ لیتا ہوں میں بھی اِن دِنوں
عقل کے سارے ہی کوروں کی طرح

کھا گیا سالم مرے دل کو ظفرؔ
لگتا تھا وہ سبزی خوروں کی طرح



رنگِ آسماں

کیسے ٹھسے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ جمہوری ایوان میں
جن کی کل کوئی سیدھی نہیں ہے سیاست کے میدان میں
اب اسمبلی اسمبلی نہیں، اصطبل ہیں مفادات کے
فرق باقی رہا ہی نہیں آج گھوڑے یا انسان میں

المیہ

عید کے روز بھی رنجش نہ گئی
مل کے بھی قیدِ جدائی کاٹے
میری ہر بات کو یوں کاٹتا ہے
جیسے بکرے کو قصائی کاٹے

ستم ظریفی

یوں تو میں ہوں ایم اے پاس
لیکن جس کی سفارش پر ہے بھرتی ہو جانے کی آس
اُس کو لکھنا تک نہ آئے

ڈون کی پیشی



روڈ سارے شہر کے بند ہو گیے، چھٹی ہوئی
آنے جانے والوں کی تو ایسی کی تیسی ہوئی
سب کو ملتی ہے سزا
کیوں نہ ہو ایسا بھلا
بھاری بھرکم ملزموں کی نیب میں پیشی ہوئی

فساد کی جڑ

حذر کہ ہے اِنہیں سے ساری گڑبڑ
یہی تو سلسلہ ہوتی ہیں دِل کا
حسینوں کا نگر ہے باز کرلو
کہ آنکھیں کیمرہ ہوتی ہیں دِل کا

دیکھنا!

قیمتیں پوچھی نہیں جاتیں ظفرؔ
عارضہء دِل کا رہتا ہے ہراس
یونہی مہنگائی رہی تو ایک دِن
جانگیہ بن جائے گا قومی لباس

دل کو اگر نہ اغواء کر لیں تیرے نین
عشق وہ بزنس ہے کہ جس میں لاس نہ گین

وقت پڑا تو وہ بھی تیر انداز ہوا
جس سے میرا اس دنیا میں لین نہ دین

کس نے کہا تھا ایسی غلطی کرنے کو
عقد کیا تو کیسا امن، کیسا چین

مت پوچھو کہ کیسے اُس کا فین بنا
جس کے کوچے میں پھرتا ہوں مثلِ فین

بجلی والوں کو مت کوسو رہ رہ کر
دھیرے دھیرے بیت ہی جاتی ہے ہر رین

آپ کی بیگم کے بارے میں جانتے ہوں
وہی ناں جس کو آپ کی ماں کہتی ہے "ڈین"

بارہ بجے رہتے ہیں اُس کے چہرے پہ
خوشی مجھ پہ کیسا خوشیوں کا بین

راشی اُس کو کہتے ہیں جو پکڑا جائے
ہاتھ نہ جس پہ ڈال سکیں وہ جنٹلمین

شعر سنانا چاہتے ہو تو، سوری ظفر
ہاں میرا سہ غزلہ سن لو "اِف یو کین"



جب مرے واسطے عہدہ نکلا
ہر کوئی میرا ''چچیرا'' نکلا

اتفاقاً بھی عجب بات نہیں
ناصح تیرے شہر کا نکلا

زندگی بھر یونہی دستک دی ہے
قلبِ جاناں پہ تو تالا نکلا

سخت سیکیورٹی کے زیرِ اثر
حسن تو شہد کا چھتا نکلا

نئی تہذیب سے کیا مانگتے ہم
اس کا ہر انڈا تو گندا نکلا

زندگی بھر جو مصائب سے بچا
آج باندھے ہوئے سہرا نکلا

محرمِ عشق بنایا تھا جسے
وائے قسمت تیرا بھیا نکلا

بے خودی میں جسے لپٹایا تھا
تو نہ تھا وہ تیرا کتا نکلا

تیرے اشعار سنے ہیں تو ظفر
سر پکڑتا ہوا شیدا نکلا



یہ کوئی نظم نہیں ہے

اِس کو پڑھنے کی حماقت نہ کرو
یہ کوئی نظم نہیں ہے یارو!

اِس کو اوّل کوئی شائع نہ کرے
قوم کے وقت کو ضائع نہ کرے
اور اگر غلطی سے یہ چھپ جائے
کوئی بھی اس کو نہ پڑھنے پائے
قابلِ ہضم نہیں ہے یارو!

اِس میں پیغام نہ کوئی ٹاپک
صرف لفاظی سے ہے سب ٹک سک
اِس کو پڑھنے کا افادہ کیا ہے
اِس میں رکھا، دلِ سادہ! کیا ہے؟
لائقِ بزم نہیں ہے یارو!

میں نے روکا تو تمھیں خاصا ہے
پر کہا تم نے کہاں مانا ہے
چاٹ لی نظم فٹافٹ سب نے
کیا دیا ہے بھلا اِس بے ڈھب نے
کاوشِ حزم نہیں ہے یارو!

مفت میں کارِ خجالت نہ کرو
یہ کوئی نظم نہیں ہے یارو!



سانحہ

میاں بیوی کے جھگڑوں میں
میاں بیوی کی قسمت کو
ہمیشہ سانحہ کوئی نہ کوئی لوٹ جاتا ہے
کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے، کبھی سر پھوٹ جاتا ہے

(ایک پاکستانی فلمی گیت کی پیروڈی، معذرت کے ساتھ)

تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو، میں یونہی ڈاکے شاکے لگاتا رہوں
تم اسامی پہ پستول تانے رہو، میں یونہی مال اُس کا اُٹھاتا رہوں

کتنے ہی پلیسئے آن ٹکرے مگر، ہم کو اب تک کسی نے پچھاڑا نہیں
ہم کو دیکھا تو ایس۔ایچ۔او کہنے لگا، جاؤ نا کے کا کوئی دیہاڑا نہیں
تم اگر مک مکا یونہی کرتے رہو، میں ہراک شے سے نظریں چراتا رہوں

میں نے خوابوں میں برسوں تراشا جسے، یہ علاقہ اُسی گلف کی کھیر ہے
ڈگریوں نے ہمیں کیا دیا پارٹنر! آج ڈاکہ زنی سے ہی تقدیر ہے
تم اگر دوسرے گینگ سے نہ ملو، میں یونہی عیش تم کو کراتا رہوں

کس لئے وہ ہر سے رومانوی ناول پڑھے
میرے جذبوں کو سمجھنا ہے تو میرا دل پڑھے

ہائے کیسا عقل کا اندھا ترا حافظ بنا!
وہ جو مکھی کو ترے عارض کا کوئی تل پڑھے

کیا کہوں کیسا پڑھاکو ہے رقیب روسیاہ
دھینگا مشتی کو بھی ظالم گرمیِ محفل پڑھے

رونگٹے کیسے کھڑے نہ ہوں ہمارے یار کے
کس لئے وہ گیس یا بجلی کا کوئی بل پڑھے

ناخدا بھی چشمۂ روشن خیالی پہن کر
اُلٹے سیدھے راستوں کو کلیۂ منزل پڑھے

اب تو قومِ پاک کے ووٹر کی طرح قیس بھی
ہر بگولے کی طرف لپکے، اُسے محمل پڑھے

یوں عوام الناس پڑھتے ہیں ترقی کے فگر
جیسے افلاطون کا لکھا ہوا جاہل پڑھے

پھیل جاؤں میں بھی امریکی عزائم کی طرح
دیدۂ جاناں اگر مجھ کو کسی قابل پڑھے

بیشتر نے عقد کی سولی پہ چڑھنا ہے ظفر
ہر شہیدِ ناز کیسے نیتِ قاتل پڑھے



کہنے کو خاندانِ برتر کی نسل سے ہے
جھوٹوں کا بادشاہ ہے، لیڈر کی نسل سے ہے

انسانیت کو اس کی پرکھو تو خود کہو گے
انساں نہیں ہے واللہ ڈنگر کی نسل سے ہے

اظہارِ عشق اکثر کرنے لگا ہے گا کر
گائے تو لگتا ہے کہ جھینگر کی نسل سے ہے

اہلِ وطن کو کاٹے اور خون بھی یہ چاٹے
ہر لیڈرِ سیاسی مچھر کی نسل سے ہے

اس کی چلت پھرت کو جوڈو کراٹے کہہ لو
ورنہ تو سینٹ پرسینٹ بندر کی نسل سے ہے

نہ منہ ہے اور نہ متھا، اک ''جن پہاڑوں لتھا''
نخرے بتا رہے ہیں افسر کی نسل سے ہے

آئی ہے جب سے بیگم، گھر میں مچا ہے اودھم
مجھ کو پڑھا رہی ہے، ٹیچر کی نسل سے ہے

شاپنگ پہ بیوی ہر شے، یوں اس پہ لادتی ہے
جیسے غریب شوہر خچر کی نسل سے ہے

بزمِ سخن میں اکثر، ٹھمکا لگا دے آ کر
شاعر تو ہے ولیکن سنگر کی نسل سے ہے



گستاخی معاف!

ٹھیک لڑتے ہیں ملاوٹ کرنے والوں سے مگر
آپ کی تحریک ہے کچھ ناروا اِس دور میں
لوگ عادی ہیں ملاوٹ والی چیزوں کے ظفرؔ
کِس سے کھائی جائے گی خالص غذا اِس دور میں

ہدیۂ تہنیت

ظفرؔ آنجہانی کی کیا بات ہے
میانہ روی سے گزاری حیات
کبھی بے وقوفی دکھائی نہیں
نہ کی عقل والی کوئی واردات

توبہ!

پوچھا یہ اک خاتون نے
''یہ مرد کیا کچھ سوچتے رہتے ہیں، یہ معلوم بھی ہے کچھ تمھیں؟''
بولی جواباً دوسری
''یہ پوچھنے کی بات ہے، جو سوچتی ہو تم یا میں!''
اِس پر کہا خاتون نے محجوب ہو کر شرم سے
''توبہ! بڑے بے شرم ہیں!''

صبح کی سیر



اِک مدت سے صبح سویرے پارک میں جاتا ہوں یارو!
اپنی مارننگ واک کی عادت خاصی پختہ ہے اب تو
جی کیا پوچھتے ہیں، کب سے؟
اپنی عادت ہے جب سے
آنے لگی ہے ہمسائے کی لڑکی جاگنگ کرنے کو

ہم بھی افسر ہیں بہت عرصے سے
رنگ ہم پر بھی چڑھے چوکھے سے

وہاں کیا کیجے چنانچہ، چونکہ!
بات ملتی ہو جہاں سوٹے سے

آج کے خضر سیاستداں ہیں
راستہ پوچھ کسی اندھے سے

دل خدا جانے کہاں کٹ کے گرا
تیرے بیکار کے بو کاٹے سے

اسی بھاؤ ہیں محبت کے حصص
کچھ بحالی نہ ہوئی مندے سے

ہائے کیا شے ہے حمامِ دنیا
سارے ملتے ہیں یہاں ننگے سے

ہم کو ''ایویں'' نہ سمجھنا صاحب
ہم ہیں ایسوں کے لئے ویسے سے

کاٹ کھائیں گے سگانِ عالم
ہم اگر ''ڈز'' نہ کہیں آگے سے

اِن دِنوں شہر کے شرفاء ہیں ظفرؔ
وہ جو لگتے ہیں بہت غنڈے سے



لاریب

دنیا میں بس امریکہ کو ہے معلوم
امن و اماں اور دہشت گردی کے مفہوم
ان کی جو تفسیر ہے ”وِد تھینکس“ اُسی کی ہے
جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے، یہ بھینس اُسی کی ہے

یوں مرے پیچھے پڑی ہے نامرادی ہائے ہائے
جیسے قومی ٹیم کا میں ہوں کھلاڑی ہائے ہائے

مونچھ کیا منڈوائی کہ مردانگی جاتی رہی
لوگ کہتے تھے کہ یہ گھر کی ہے کھیتی ہائے ہائے

جوتیاں اور جان دونوں داؤ پر لگ جائیں گے
خالہ جی کا گھر نہیں بنتا نمازی ہائے ہائے

ہم عوام الناس کیا لگتے ہیں بالکل ہی گدھے
ہر سیاستدان کیوں دیتا ہے گولی ہائے ہائے

اپلوسی ''ہے جمالو'' ہر رہی ہے ہر جگہ
اب کہیں شنوائی ہے تیری نہ میری ہائے ہائے

چشمِ بینا کیسی رنگینی سے چکا چوند ہے
میڈیا پر دیکھ کر روشن خیالی ہائے ہائے

رال ٹپکائی ہمیشہ جس پہ تیرے عشق نے
کیوں تجھے ماموں کہے اولاد اُس کی ہائے ہائے

بابِ میخواری میں شرطیں اِس قدر عائد کرے
ہو بہو امریکہ لگتا ہے یہ ساقی ہائے ہائے

پاپ سنگر نے جو تکبندی بھی کی تو ہٹ ہوا
رنگ نہ لائی ظفرؔ کی نغز گوئی ہائے ہائے



(ناصر کاظمی کی ایک غزل کی پیروڈی، معذرت کے ساتھ)

کچھ تو احساسِ ذیاں تھا پہلے
جوششِ عقد کہاں تھا پہلے

اب تو دیکھے سے دبک جاتا ہوں
تیرا آتش بھی جواں تھا پہلے

یوں نہ گھبرائے ہوئے پھرتے تھے
دل مرا چور کہاں تھا پہلے

ہر خرابہ یہ صدا دیتا ہے
میں مجرد کا مکاں تھا پہلے

کیا سے کیا ہو گئیں عمریں اپنی
تو وہیں ہے کہ جہاں تھا پہلے

اب تو میں ہو بھی چکا ریٹائر
کتنا "پٹا" میرا "کاں" تھا پہلے

جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے
اُس کا اونچا جھنڈا ہے

بیمارِ غم ہو کر بھی
عاشق خاصا سنڈا ہے

قلفی جیسی ہے دلہن
لڑکا گولا گنڈا ہے

آنسو ہوں گے غم کے نشاں
عورت کا ہتھکنڈا ہے

جتنا وڈا لیڈر ہے
اُتنا قوم کو پھنڈا ہے

--ق--

کئی الیکشن دیکھے ہیں
بے فیضا ایجنڈا ہے

اس سے ہاتھی کیا نکلے
جو مرغی کا انڈہ ہے

بھاری توندیں کیا جانیں
کس کا چولہا ٹھنڈا ہے

سارے ظفرؔ کو گھورتے ہیں
شاعر ہے یا ''کنڈا'' ہے



خادمِ اعلیٰ



نہ تن پہ کوئی کپڑا، نہ کھانے کو ہے روٹی
فٹ پاتھ پہ سوتے ہیں، گھر کی بھی نہیں پسلی
افلاس کا یہ عالم
سر کر نہیں پایا خم
اِس ناز پہ جیتے ہیں، خادم ہے ارب پتی

پھیلی ہے ملک کے سب خطوں میں لوڈ شیڈنگ
آئی نہ حکمراں کے دعووں میں لوڈ شیڈنگ

چاروں طرف سے چمچے، اڈے پڑے ہیں یارو!
آئے تو کیسے آئے، بانچھوں میں لوڈ شیڈنگ

مشہور ہوتے ہوتے بدنام ہو گئے ہیں
تاریخ نے بھری جن ناموں میں لوڈ شیڈنگ

حد سے گزر گئے تو آ جائے نہ مبادا
روشن خیالیوں کے حصوں میں لوڈ شیڈنگ

لٹکیں مری بلا سے، منصوبے ارتقاء کے
ہونے نہ پائے بھاری توندوں میں لوڈ شیڈنگ

لیلیٰ سے بابا مجنوں، کس عمر میں ملے تھے
آنکھوں میں لوڈشیڈنگ، کانوں میں لوڈشیڈنگ

آتی نہیں بتا کے، کرتی ہے "تا" اچانک
اب شہر میں سبھی کے صحنوں میں لوڈشیڈنگ

ہرگز نہ آ سکے گی اپنے گھروں میں بجلی
جب تک رہے گی اپنی سوچوں میں لوڈشیڈنگ

اِک بلب بھی نہ روشن کر پائے زندگی میں
لیکن مُکا رہے ہیں نعروں میں لوڈشیڈنگ

ہوتی اگر وہاں بھی جمہوریت یہاں کی
تو دیکھتا زمانہ گردوں میں لوڈشیڈنگ

حق بات منہ پہ کہنا زیبا نہیں ظفرؔ جی
در آئی چاند جیسے مکھڑوں میں لوڈ شیڈنگ



ویکینسیاں

ظفرؔ اب غریبوں کی تقدیر میں
بھلا نوکری کی مسرت کہاں
ہمارے تمہارے لئے رہ گئیں
فقط گھر جوائی کی ویکینسیاں

یونہی سہی

تو یہ کہتی ہے کہ ''پپا'' ہی نہیں مان رہے!
ٹھیک ہے مفت میں ہم بھی نہ پریشاں ہوں گے
''تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کر لے''
ہم تو کل شادی کے دفتر کو خراماں ہوں گے

باہمی خاطر تواضع

میں بھی اُس سے ڈیٹنگ کی خاطر پارک میں آیا تھا
اور وہ بھی پہنچی تھی
مجھ کو اپنی شادی کا کارڈ دینے کی خاطر

رکھی نہ سینڈلوں پہ نظر چھیڑ چھاڑ میں
پٹچوا کے آ گیا ہوں میں سر چھیڑ چھاڑ میں

یکساں تھا کوئلے کی طرح اتفاق سے
نیت کا اور اُس کا کلر چھیڑ چھاڑ میں

ہمشیرگاں تھیں، شکوۂ اوباشگان تھا
آیا جو دن گزار کے گھر چھیڑ چھاڑ میں

نقشہ بگڑ بھی سکتا ہے بوتھے کا ایک دن
ٹرمپ سے کہو نہ الجھے ڈفر چھیڑ چھاڑ میں

تم جیسے آزبیل کو کہہ سکتے ہیں گدھا
ہم جیسے لوگ بارِ دگر چھیڑ چھاڑ میں

شرما گئے ہیں بھانڈ بھی ہم معززین سے
محفل میں ہوئے ہیں ''نشر'' چھیڑ چھاڑ میں

وہ موج میں جو آئیں تو آنکھیں ہی کھول دیں
دکھلائیں خاندانی ہنر چھیڑ چھاڑ میں

میں دیو وہ پری تھی مگر کچھ نہ پوچھئے
دوہری ہوئی ہے کس کی کمر چھیڑ چھاڑ میں

اُس نے شب وصال یونہی شعر کیا کہا
پڑھتا رہا میں تا بہ سحر چھیڑ چھاڑ میں

للچا گیا جو دیکھا غزل کے شباب کو
مشغول ہو گیا ہوں ظفرؔ چھیڑ چھاڑ میں



گرہ کٹ گرہیں

(ظریف لکھنوی کے اشعار سے دست درازی)

ے ''جذباتِ دل کی اُس کو ہرگز خبر نہیں ہے''
اور ہو گئی تو سمجھو، سالم یہ سر نہیں ہے

ے ''دیکھ لیتے ہیں سحر کو اُٹھ کے جس دن رُوئے دوست''
پھینٹتے ہیں ہم کو انڈے کی طرح اُبوئے دوست

ے ''شب کو حریمِ ناز میں شورِ صد اضطراب تھا''
کیسا یہ پنگا آن کر چوہے نے پیدا کر دیا

ے ''فصلِ گل آئی ہے اب چل کے گلستاں دیکھوں''
سیرِ گل کے لئے آئی نہ ہو ''بھجاں'' دیکھوں

ے ''جب بار بار سب کہیں برباد ہو گیا''
سمجھیں کہ خاکسار بھی داماد ہو گیا

ے ''کسی کا ابروئے خمدار خنجر ہو نہیں سکتا''
ارے ناداں! زمانہ راکٹوں میزائلوں کا ہے

ے ''جیب میں ہاتھ جو ڈالا تو گریباں نکلا''
یاد آیا کہ میں مجنوں سے جھگڑ بیٹھا تھا

ے ''ہزاروں بار اُٹھے ہیں، ہزاروں بار بیٹھے ہیں''
یونہی بیکار اُٹھے ہیں، یونہی بیکار بیٹھے ہیں

گرہ کٹ گرہیں

(یوسف ظفرؔ کے اشعار سے دست درازی)

ے دوبئی جائے کمائی کو تو بیگم کے لئے
''دور جتنا ہو وہ اُتنا ہی قریب آ جائے''

ے سیاست کی پیراکی میں جسے دولتیاں جھاڑیں
''ظفرؔ اس کی خبر ہم کو سرِ ساحل تو کیا ہوگی''

ے بو آئے مرے نطق سے یا مرے بغل سے
''احباب پریشاں ہیں مرے طرزِ عمل سے''

ے دیکھئے کب تک ہے شاپنگ میں مگن منے کی ماں
''دیکھئے کب تک ظفر کو دربدر ہونا پڑے''

ے لالی ووڈ سے نہ آئے ہوں تو ظفرؔ
''بات بنتی نہیں ستاروں کی''

ے کشکول بن چکے ہیں، اہلِ وطن کے چہرے
''ہم اپنی صورتوں سے بیزار ہو چکے ہیں''

ے ازدواجی کنویں کے ''ڈڈو'' سُن!
''فکرِ انساں کو مسئلے ہیں بہت''

ے میں نظر کا چشمہ ہی اب کہیں بھول آیا جاناں!
''تجھے دیکھنے نہ دے گی ترے دیکھنے کی اُلجھن''

گرہ کٹ گرہیں

(محسن نقوی کے اشعار سے دست درازی)

ے روز دروازے پہ ملتا ہے نیا کچرا مجھے
''چھوڑ جاتا ہے کوئی روز نشانی اپنی''

ے تو ہے کہ پلاٹوں کے ہی چکر میں پڑا ہے
''میں نے تو کہا تھا کہ مرے دل میں رہا کر''

ے کسی ٹھگ نے نہ اس کا ساتھ دیا
''جا رہا تھا وہ اپنے گھر تنہا''

ے پھر سے ہو ڈیموکریسی تشخیص
''زہر کا نام دوا ہو جائے''

ے ڈاکٹر حضرات کی فیسیں کہاں تک میں بھروں
''زخم ایسا دے کہ جس کا چارہ گر کوئی نہ ہو''

ے پنجابی میں کہتے ہیں اسے ''دس''
''قاتل کا نشان دے رہا ہوں''

ے بعد میں ان باتوں پہ گھر میں بلوے برپا ہوتے ہیں
''پہلے پہلے پیار کے جھوٹے وعدے اچھے لگتے ہیں''

ے یہ حسن والے، دیکھ لیں، ٹھینگوں پہ دھرتے ہیں ہمیں
''ہم لوگ تو اکتا گئے اپنی منا، آوارگی''

گرہ کٹ گرہیں
(شاد عارفی کے اشعار سے دست درازی)

ے مدتوں سے ہمیں سینگوں پہ دھرے رکھا ہے
"ہم اُنہیں سایۂ دیوار نہیں کہہ سکتے"

ے یوں جوتیاں تو سارے زمانے سے کھائی ہیں
"کہنا یہی پڑے گا کہ اچھی گزر گئی"

ے کسی لڑکی کا سینڈل پڑ رہا ہے
"بڑا دلچسپ مطلع لڑ رہا ہے"

ے یوں کھلائے چلے جاتے ہیں ہمیں کیوں ٹینڈے
"آپ کے پاس علاجِ غمِ دوراں ہے کوئی"

ے شکم محدود تھا، نیت نہ بھرتی تھی ولیمے میں
"وہاں ہر آرزو اُس روز مہماں تھی جہاں میں تھا"

ے چارپائی توڑتی اس قوم کی جانے بلا
"حال کی تبدیلیوں کا نام مستقبل بھی ہے"

ے یہ جو فولاد کا ہیلمٹ ہے بہت بھاری ہے
"تیرے زانو پہ جو سر ہے وہ اُٹھائے نہ بنے"

ے دھر لیا مجھ کو رقیبوں نے سرِ بزمِ سخن
"میرے شعروں میں مری آواز پہچانی گئی"

گرہ کٹ گرہیں

(وصیؔ شاہ کے اشعار سے دست درازی)

؎ سبق ملا ہے یہ بیگم کے ہاتھ سے پٹ کر
''ہم اپنی ذات میں رہتے تو کتنا اچھا تھا''

؎ وہ یورپ میں چلے جائیں تو میمیں لوٹ کھاتی ہیں
''جنہیں اپنے وطن میں دل لگا کر کچھ نہیں ملتا''

؎ یہ الگ بات، کبھی بھی نہ کرایہ مانگا
''تو مری روح کے اندر ہے کئی صدیوں سے''

؎ فقط دلہا نہیں، انسان بھی تو بننا ہے
''تمھارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں''

؎ بھونکنے لگ گیا ایک کتا ظفرؔ
''نام تیرا نہیں لکھ سکا ریت پر''

؎ ابا تمھارے نال ہے اور چاند رات ہے
''پھر خواہشِ وصال ہے اور چاند رات ہے''

؎ آئی ہے ظفرؔ ناشتہ کر کے تیری موٹو
''دیوار پہ لرزہ ہے تو در کانپ رہا ہے''

؎ تیرے جس سر پہ کبھی بال ہوا کرتے تھے
''اب وہ خوابوں میں چمکتا ہے ستارے کی طرح''



میری طرف تو دیکھئے، میں نازنیں سہی!